برکات کو واضح کرنے کی جانب ہے ۔ اس سلسلے میں دستور' حاکمیت ' خلافت ' قانون سازی ' بنیادی حقوق پر بصیرت افروز نکات سامنے لائے گئے ہیں۔ ان بحثوں میں جزوی اختلافات کے پہلو نکلتے ہیں 'مگر ان پر بحث کرنے کی اجازت یہ اوراق نہیں دیتے۔

مجموعی طور پر اسلامی سیاست و ریاست کے مطالعہ کنندگان ' خصوصا طلبہ کے لئے یہ کتاب خاصی مفید ہے۔ مجھے بس ایک بات قابلِ توجہ معلوم ہوتی ہے جسے اسلامی نظریہ اجتماعیت و ریاست پر لکھنے اور سوچنے والے پوری طرح زیر غور نہیں لاتے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ دستوری یا عملی انتظام کیا ہے جو اسلامی ریاست کے امیر (اور اسکے گروہ) کو آمریت کی راہ اختیار کرنے اور فسطائیت پسند بننے سے روک سکے۔ مزید یہ کہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے جو نظام جماعت اٹھے' اسے کن طریقوں سے اسکے طے شدہ اصولوں اور عملی روایتوں سے انحراف کرنے سے بچایا جاسکتا ہے جبکہ کارفرما قوتیں نیک نیتی سے اسے کسی اور رخ پر دھکیل کر لے جانا چاہتی ہوں۔ خلافت کے دور اواخر سے لے کر بعد کی کشاکشِ دین و اقتدار کی تاریخ پر آپ نظر ڈالیں تو یہ سوال بہت اہم محسوس ہوگا۔ آخر لوگ قربانیاں دے کر ایک ڈھانچہ اگر کھڑا کریں اور بعد میں کوئی اس کا حلیہ بگاڑ دے تو یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے۔ اور ایسی ٹریجڈیاں ہماری تاریخ میں بہت ملیں گی۔

مسائل و افکار: از جناب خرم جاہ مراد سابق صدر اسلامک فاؤنڈیشن (یو کے)۔ مرتبہ سلیم منصور خالد بہ تعاون مسلم سجاد ۔ ناشر البدر پبلی کیشنز ' ۱۲ے راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ پر کمپیوٹر طباعت ' رنگین دبیز سرورق ' صفحات ۲۲۸ ' قیمت ۴۸ روپے۔

اس کتاب میں تحریک اسلامی کے ایک معروف دانشور کے انٹرویوز جمع کئے گئے ہیں جن کا دور ۱۹۴۹ء سے ۱۹۸۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح اسلامی جمعیت طلبہ (جس کے خرم صاحب ۱۹۵۱ء میں ناظم اعلیٰ بھی رہے ہیں)اور جماعت اسلامی کے متعلق ۳۹ سالہ احوال و مسائل کے متعلق سوالوں کے جواب سامنے آجاتے ہیں جن کی روشنی میں رفتارِ کار اور تغیرِ احوال کو سمجھا جاسکتا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ تحریریں مساعیٔ اقامتِ دین کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی آتی ہیں کہ آدمی الجھتا ہے۔ ان سب پر گفتگو تو ممکن نہیں ' دو ایک امور بطور نمونہ عرض ہیں۔ بہت جگہ کسی معترضانہ سوال کے جواب میں خرم صاحب کے جواب کے

اجزا یہ ہوتے ہیں - (۱) ہاں یہ بات ایک حد تک درست ہے۔ (۲) مگر ایسا کہاں نہیں ہوتا اور کون بچ سکتا ہے۔ (۳) تاہم کوشش کرنی چاہیے کہ یہ حالات بہتر ہوجائیں۔ "ہاں" "مگر" "تاہم" کی شکل میں ایک گونہ تضاد بیانی کی یہ مثلث بار بار سامنے آنے کی وجہ سے پریشان کرتی ہے۔ ایک تحریکِ تغیرو انقلاب کے کسی داعی یا نقیب کے لئے ایسا کمزور لہجہ موزوں نہیں لگتا۔

دوسری چیز جس نے مجھے حیران کیا' یہ ہے کہ کتاب کی مجموعی حیثیت میں اسکے تعارفی یا تقریبی صفحوں میں نہایت انمل اور بے جوڑ طور پر ثبات و تغیر کے مسئلے پر چند سطور شامل کی گئی ہیں اور ان کے لئے زبان بھی ایسی استعمال کی گئی ہے جس سے ردِ عملی کیفیت نمایاں ہے۔ یہ بحث ایک جامع مضمون چاہتی ہے کہ منکرینِ حدیث' مغرب زدگان' اسلام گریز اکابر و خواتین وغیرہ بھی زمانے کے ساتھ تغیرِ دین کی آواز اٹھاتے ہیں "آخر ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے۔ نیز کتاب و سنت' اجماع صحابہ' مسلک اسلاف' جماعت کے دستور' اس کے اعلان کردہ غیر متبدل اصولوں' اسکی راسخ شدہ روایتوں (یہ دائرہ معروف) اور نظائر و شعائر نیز جماعت و تحریک کے معروفِ عام تشخص و معلومِ عام مزاج کے خلاف کن حالات میں کس حد تک اور کس احتیاط سے تبدیلیاں کرنی چاہئیں - اس پہلو سے اگر کسی گروہ کی پالیسی بہت زیادہ سیال ہوجائے تو اس کا وقار نہیں رہتا۔ اتنے اہم اور نازک موضوع کے متعلق دو فقرے کسی مختلف مبحث میں پیوند کر دینا مفید نہیں ہوسکتا۔

یہ باتیں نہایت خلوص سے کہی گئی ہیں اور یہ ثبوت ہیں اس کا کہ کتاب کو میں نے پڑھا ہے۔ (بہت سے نوٹس چھوڑ دیے ہیں) مگر ان کا منشا ہرگز یہ نہیں کہ اتنی اچھی کتاب کی قدر و قیمت میں کچھ بھی کمی کی جائے۔ بلکہ میں دعوت اسلامی و تحریک حق کے لئے کام کرنے والوں کو متوجہ کروں گا کہ وہ اسے خصوصی اہمیت سے پڑھیں۔ فکری اور عملی دونوں میدانوں میں برادرم خرم جاہ مراد جیسی درخشاں شخصیتیں کہاں ملیں گی۔

پاکستان اکیسویں صدی کی جانب: از ڈاکٹر محمد فاروق خان' مردان' باہتمام ادارۂ تکبیر کراچی - کاغذ' طباعت (کمپیوٹری) اور رنگین دبیز سرورق عمدہ۔ صفحات ۳۰۴ - قیمت ۶۰ روپے۔

مجھے اس کتاب کو پڑھ کر مسرت ہوئی کہ ہمارے ہاں ایسے نوجوان ہیں جو پاکستان کی تعمیرو ترقی کے لئے اسکے مسائل پر غور کرتے ہیں - خصوصا ڈاکٹر محمد فاروق خان جن کا اصل دائرہ کار